

## 4۔ شاعروں کے لطیفے

مولانا محمد حسین آزاد

(۱۸۳۰ء۔۔۔۔۔۱۹۱۰ء)

ابتدائی حالات:

محمد حسین آزاد معروف عالم دین اور صحافی مولوی محمد باقر کے بیٹے تھے۔ دلی میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد، آزاد کے والد انگریزوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ گھر بار الٹ گیا۔ تلاشِ معاش میں دلی چھوڑی۔ لکھنؤ اور حیدرآباد گئے۔ پھر لاہور پہنچ کر محکمہ تعلیم میں پندرہ روپے ماہانہ تنخواہ پر ملازم ہو گئے۔ حکومتِ پنجاب نے ان سے متعدد نصابی اور درسی کتابیں لکھوائیں۔ لاہور میں قائم انجمن پنجاب میں لیکچرار اور سیکرٹری رہے۔ آخری دنوں میں، گورنمنٹ سکول لاہور میں عربی و فارسی کے پروفیسر مقرر کیے گئے۔ ۱۸۸۸ء میں دماغی مرض شروع ہوا، جو مرتے دم تک باقی رہا۔

اسلوب نگارش:

آزاد اردو کے صاحبِ طرز نثر نگار ہیں۔ وہ اپنے اسلوبِ بیان کے موجد بھی ہیں اور خاتم بھی۔ ان کا تمثیلی اسلوبِ بیان انھیں اپنے عہد کے ادیبوں اور نثر نگاروں میں منفرد بناتا ہے۔ تخیل آفرینی، پیکر تراشی، مجسم نگاری، شعریت اور رنگینی، واقعہ نگاری، نفسیاتی حقیقت آرائی اور مبالغہ آرائی ان کے اسلوب کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ان کا اندازِ بیان، نثر کا ایک ایسا خوب صورت اور دلکش شاہکار ہے، جس نے ان کے آنے والے ادیبوں کی کثرت کو متاثر کیا۔ خوب صورت اور دلنشیں نثر کے علاوہ، ان کا ایک بڑا کارنامہ، اردو میں جدید نثر لکھنا ہے جس کی ابتداء انجمن پنجاب لاہور کے مشاعروں سے ہوئی، جس کے وہ سیکرٹری تھے۔

تصانیف:

آزاد کی تصانیف میں "آپ حیات"، "دربارِ اکبری"، "نیرنگِ خیال"، "قصصِ ہند" اور "سخنِ انِ فارس" بہت مشہور ہیں۔ اپنے استاد، ابراہیم ذوق کا دیوان بھی آزاد نے مرتب کیا۔ آزاد نے موضوعاتی نظمیں بھی لکھیں، جو "نظمِ آزاد" میں شامل ہیں۔

## مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اشتیاق	شوق، آرزو	بالیں	سرخاتا
پھمولے	چھالے	تکرار	بحث
تک	ذرا	خاطر جمی	اطمینان
ددا	بچوں کو پالنے والی ملازمہ	زبان درازی	بے ہودہ گوئی
شبِ دیکر	تاریک رات	طول کھینچنا	بات کا بڑھ جانا
واد خواہی	انصاف چاہنا	قیمت	مناسب سمجھنا
خیر باشد	خیر تو ہے۔	اہل جلسہ	جلسہ میں شریک لوگ
طرف دار	ساتھی	بے توقف	بغیر رُکے ہوئے

### سبق کا خلاصہ

مولانا محمد حسین آزاد نے اس سبق کے ذریعے اس بات کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے کہ شعر و ادب میں طغریٰ مزاح کی کیا اہمیت ہے۔ شاعروں کی مزاح کی جس کس قدر تیز ہوتی ہے۔ ان کی روزمرہ کی گفتگو میں کس قدر لطف پہلو موجود ہوتے ہیں۔ ایک روز میر تقی میر اور مرزا سودا کے کلام پر دو مضمونوں کے درمیان جھگڑا ہوا تو ان کے مرشد خواجہ ہاسط نے کہا کہ دونوں کے کلام میں صرف ”ہر“ اور ”دہ“ کا فرق ہے۔ میر صاحب کا کلام ”آہ“ ہے اور سودا کا کلام ”دہ“ ہے۔ پھر دونوں شاعروں کا ایک ایک شعر پڑھا۔ مرزا کے ایک طرف دار نے جب مرزا کو بتایا تو مرزا صاحب کہنے لگے ”شعر تو تیر کا ہے لیکن عملات ان کی ددا کے لگتے ہیں۔“

ایک دن جرأت کسی جگہ بیٹھے تھے کہ انشا اللہ خان ان کے پاس آئے اور پوچھا ”آپ کس فکر میں ہیں؟“ جرأت بولے ”ایک مصرعہ ذہن میں ہے مگر دوسرا بھی نہیں سوچا۔“ انشا کے اصرار پر جرأت نے یہ مصرعہ سنایا  
اس زلف پہ پھٹی شبِ دیکر کی سو جھی

سید انشانے فوراً اپنا مصرعہ بولا

اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سو جھی

ایک شاعرے میں فصیح نام بخش ناخ در سے پہنچے۔ لوگوں نے کہا کہ مشاعرہ غنم ہو چکا ہے۔ فصیح صاحب فوراً بولے

جو خاص ہیں وہ شریکِ گردِ عام نہیں

شمارِ دانہٴ تسبیح میں امام نہیں

خواجہ حیدر علی آتش کے ایک شاگرد اکثر بے روزگاری کا رونا روتے رہتے تھے۔ اور اپنے استاد سے کہتے تھے کہ میں کسی دوسرے شہر میں چلا جاؤں گا۔ ایک دن بندس جانے کا ارادہ کیا اور استاد سے کہا کہ میں بنارس جا رہا ہوں کوئی فرمائش ہو تو بتائیں۔ استاد نے کہا کہ وہاں کے اللہ کو میرا سلام کہنا۔ شاگرد نے کہا کہ اللہ تو ہر جگہ ایک ہی ہے۔ خواجہ صاحب بولے تو پھر جو قسمت میں ہے وہ اللہ یہاں بھی دے دے گا۔ اس کے لیے شہر کیوں چھوڑتے ہو؟ بات شاگرد کی سمجھ میں آگئی اور اس نے جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

ایک دن دربار میں ابراہیم ذوق حاضر تھے۔ ایک مرشد زادے نے کسی کا پیغام لے کر آئے۔ انھوں نے آہستہ سے بادشاہ سے کچھ کہا اور رخصت ہوئے۔ کلیم حسن اللہ خان نے صاحبِ عالم سے کہا۔ اس قدر جلدی آنا اور جانا کیا معنی رکھتا ہے؟ صاحبِ عالم سے کہا

لہنی خوشی سے آئے نہ لہنی خوشی چلے

بادشاہ نے استاد کی طرف دیکھ کر کہا دیکھیں کیا مصرع ہوا ہے؟ استاد فوراً بولے

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے

لہنی خوشی سے آئے نہ لہنی خوشی چلے

کسی شخص نے مرزا غالب سے کہا کہ آپ کی کتاب قاطعِ برہان کے بارے میں لوگوں نے بہت گستاخیاں کی ہیں آپ انھیں جواب کیوں نہیں دیتے۔ مرزا بولے بھائی اگر کوئی کدِ حاصیٰ لاتا ہے تو تم اس کا کیا جواب دو گے۔

مولانا محمد حسین آزاد نے استاد محمد ابراہیم ذوق کی زندگی کے اس پہلو کو اجاگر کیا ہے کہ وہ ایک ذہین اور فطین اور حاضر جواب شاعر تھے۔ شاعری پر ان کی گرفت مضبوط تھی۔ فی الہدیہ شعر کہنے میں انھیں ملکہ حاصل تھا۔ ظریفانہ انداز میں شعروں کا جواب شعروں میں دینا ان کی طبیعت کا خاصہ تھا۔ شعر کہتے وقت بھی کلام پر گرفت مضبوط رہتی تھی۔ ہر شعر اپنے اندر معنی کے سمندر سموئے رہتا۔ اپنے طعز و مزاح سے مجلس کی رونق کو دوبالا کر دیتے۔ ان سب خوبیوں کے ساتھ ساتھ انھیں بات سے بات نکالنے میں بڑا کمال حاصل تھا۔

مرکزی خیال :

کسی بات کو اس طرح لیف بچائے میں بیان کرنا کہ اس کا حسن بڑھ جائے اور سننے والے کو اچھی لگے، لطفہ کھلاتا ہے۔ شاعر لوگ جب آپس میں مل بیٹھتے ہیں تو ان کی ادبی گفتگو مزاح کی چاشنی کے لئے ہوتی ہے۔ ذو معنی باتیں اپنے اندر گہرے مطالب رکھتی ہے۔ سطحی نظر میں ان کی اہمیت صرف ایک مذاق کی حد تک ہوتی ہے لیکن اگر

، پر غور کیا جائے تو ان باتوں میں لطافت کے ساتھ ساتھ گہرا طنز بھی ہوتا ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد نے اپنی کتاب ”آب حیات“ میں شعرا کے متعلق جو باتیں لکھی ہیں وہ بجائے خود ادب کا ایک اہم خزانہ ہیں۔

## اہم اقتباس کی تشریح

**اقتباس :** ایک دن سودا مشاعرے میں بیٹھے تھے۔ لوگ اپنی اپنی غزلیں پڑھ رہے تھے۔ ایک شریف زادے کی ۱۲-۱۳ برس کی عمر تھی، اس نے غزل پڑھی۔ مطلع تھا:

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

گرمی کلام پر سودا بھی چونک پڑے۔ پوچھا ”یہ مطلع کس نے پڑھا؟“ لوگوں نے کہا، ”حضرت یہ صاحبزادہ ہے۔“

سودا نے بھی بہت تعریف کی۔ بہت مرتبہ پڑھوایا اور کہا کہ میاں لڑکے! جو ان ہوتے نظر نہیں آتے۔ خدا کی قدرت اُن ہی دنوں میں لڑکا جل کر مر گیا۔

شاعروں کے لطیفے

سبق کا نام:

حوالہ متن:

مولانا محمد حسین آزاد

مصنف کا نام:

**حل لغت:** شریف زادہ: مہذب گھرانے کا بیٹا۔ پھپھولے: چھالے۔ داغ: زخموں کے نشان۔ چونک پڑنا: حیرت ہونا۔ خدا کی قدرت: اللہ کا کرنا۔

## سیاق و سباق:

مولانا محمد حسین آزاد نے اس سبق کے ذریعے اس بات کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے کہ شعر و ادب میں طنز و مزاح کی کیا اہمیت ہے۔ شاعروں کی مزاح کی جس کس قدر تیز ہوتی ہے۔ ان کی روزمرہ کی گفتگو میں کس قدر لطف پہلو موجود ہوتے ہیں۔ کسی شخص نے مرزا غالب سے کہا کہ آپ کی کتاب قاطع برہان کے بارے میں لوگوں نے بہت گستاخیاں کی ہیں آپ انھیں جواب کیوں نہیں دیتے۔ مرزا بولے بھائی اگر کوئی گدھا تمہیں لات مارے تو تم اس کا کیا جواب دو گے۔ مولانا محمد حسین آزاد نے استاد محمد ابراہیم ذوق کی زندگی کے اس پہلو کو اجاگر کیا ہے کہ وہ ایک ذہین اور فطین اور حاضر جواب شاعر تھے۔ شاعری پر ان کی گرفت مضبوط تھی۔ فی البدیہہ شعر کہنے میں انھیں ملکہ حاصل تھا۔

تشریح:

معنف شعراء کے طرز و مزاج کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ ایک دن سودا کسی مشاعرے میں تشریف فرما تھے۔ سب لوگ اپنی اپنی غزلیں سن رہے تھے۔ اور سامعین سے داد و وصول کر رہے تھے۔ ایک شریف زادہ جس کی عمر بمشکل بارہ، تیرہ برس ہوگی۔ اس نے غزل پڑھی۔ اس کی غزل سن کر سودا بھی بہت حیران ہوئے۔ غزل کے مطلع کے بارے میں پوچھا یہ کس نے پڑھا ہے۔ لوگوں نے بتایا حضرت اس صاحبزادے نے پڑھا ہے۔ سودا نے بہت تعریف کی اور کئی مرتبہ پڑھوایا اور کہا میاں لڑکے! جوان ہوتے نظر نہیں آتے۔ خدا کی شان انہی دنوں لڑکا جل کر مر گیا۔

### حل مشقی سوالات

۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

(الف) خواجہ باسط نے میر اور مرزا کے کلام کے بارے میں کیا فرمایا؟

جواب۔ خواجہ باسط نے کہا کہ دونوں صاحب کمال ہیں مگر فرق اتنا ہے کہ میر صاحب کا کلام "آہ" ہے اور مرزا صاحب کا کلام "واہ" ہے۔

(ب) شریف زادے کی غزل سن کر سودا نے کیا کہا؟

جواب۔ سودا نے بہت تعریف کی۔ بہت مرتبہ پڑھوایا اور کہا کہ میاں لڑکے! جوان ہوتے نظر نہیں آتے۔ خدا کی قدرت اُن ہی دونوں میں لڑکا جل کر مر گیا۔

(ج) سید انشا کے اصرار پر جرأت نے کون سا مصرع پڑھا؟

جواب۔ "اس زلف پر پھمتی شب دیجور کی عو بھی"

(د) خواجہ صاحب اپنے اُس شاگرد سے کیا کہا کرتے تھے، جو اکثر بے روزگاری کی شکایت سے سفر کا ارادہ کیا کرتے تھے؟

جواب۔ خواجہ صاحب اپنی آزاد مزاجی سے کہا کرتے تھے کہ میاں کہاں جاؤ گے؟ دو گھڑی مل بیٹھنے کو غنیمت سمجھو اور جو خدا دیتا ہے، اس پر صبر کرو۔

(ه) صاحب عالم کی زبان سے اُس وقت کیا نکلا جب حکیم احسن اللہ خاں نے جلدی سے اُن کے آنے اور جانے پر اظہارِ تعجب کیا؟

جواب۔ صاحب عالم کی زبان سے اس وقت نکلا کہ "لہنی خوشی سے آئے نہ لہنی خوشی چلے۔"

۲۔ درست جملوں پر (✓) کا نشان لگائیں۔

- (الف) شعر تو میر کا ہے مگر داد خواہی اُن کی دُعا کی معلوم ہوتی ہے۔ (✓)  
(ب) سودا نے بہت تعریف کی اور کہا کہ میاں لڑکے بہت طویل عمر پاؤ گے۔ (x)  
(ج) جرأت ہنس پڑے اور لہنی لکڑی اٹھا کر مارنے کو دوڑے۔ (✓)  
(د) چونکہ نام بھی امام بخش تھا، اس لیے تمام اہل جلسہ خاموش رہے۔ (x)  
(ه) بھائی! اگر کوئی گدھا تمہارے لات مارے تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟ (✓)

۳۔ سبق کے متن کو مد نظر رکھ کر درست جواب کی نشاندہی (✓) سے کریں۔

- جواب۔ (۱) میر اور مرزا کے کلام پر تکرار کرنے والے کس کے مرید تھے؟  
(الف) خواجہ میر درد کے (ب) مرزا غالب کے  
(ج) ابراہیم ذوق کے (د) خواجہ باسط کے  
(۲) انشا اللہ خاں ایک دن کس کی ملاقات کو آئے؟  
(الف) غالب کی (ب) میر درد کی  
(ج) جرأت کی (د) مصحفی کی  
(۳) یہ مصرع "اس زلف پہ پھمتی شبِ دیو کی عوجھی" کس شاعر کا ہے؟  
(الف) انشا کا (ب) جرأت کا  
(ج) درد کا (د) میر کا  
(۴) "قاطع برہان" کے مصنف کون ہیں؟  
(الف) ذوق (ب) مومن (ج) غالب (د) سودا

جوابات:

۱	۲	۳	۴
د	ج	ب	ج

۴۔ متن کو مد نظر رکھتے ہوئے مناسب لفظ کی مدد سے خالی جگہ پُر کریں۔

جواب۔ (الف) ایک دن لکھنؤ میں میر اور مرزا کے کلام پر دو مضمون نے تکرار میں طول کھینچا۔

(ب) میر صاحب کا کلام آہ ہے، مرزا صاحب کا کلام واہ ہے۔

(ج) گرمی کلام پر سودا بھی چونک پڑے۔

(د) جرأت نے کہا کہ ایک مصرع خیال میں آیا ہے۔

(ه) جرأت ہنس پڑے اور لکڑی اٹھا کر مارنے کو دوڑے۔

(و) اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی ٹو مچی۔

(ز) چونکہ نام بھی امام بخش تھا اس لیے تمام اہل جلسہ نے نہایت تعریف کی۔

(ح) ایک شاگرد اکثر بے روزگاری کی شکایت سے سفر کا ارادہ ظاہر کیا کرتے تھے۔

(ط) ایک دن معمولی دربار تھا ابراہیم ذوق بھی حاضر تھے۔

(ی) انھوں نے آہستہ آہستہ بادشاہ سے کچھ کہا اور رخصت ہوئے۔

۵۔ ان الفاظ کے متضاد لکھیں۔

جواب۔

الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد
کمال	زوال	خاص	عام
طرف دار	مخالف	مطلع	مقطع
گرمی	سردی	بے روزگاری	روزگار

۶۔ مذکور اور مؤنث الفاظ الگ الگ کریں۔

جواب۔ کلام، تکرار، طول، آہ، قیامت، شور، چراغ، تعریف، قدرت، زلف، مصرع، مزاج، تسبیح، شکایت

مذکر: کلام، طول، شور، چراغ، مصرع، مزاج

مؤنث: تکرار، آہ، قیامت، تعریف، قدرت، زلف، تسبیح، شکایت

۷۔ مندرجہ ذیل الفاظ پر اعراب لگائیں۔

جواب۔ گمان، مقلع، چراغ، انجمنیاش، غنیمت

## ۸۔ مندرجہ ذیل عبارت کی تشریح سیاق و سباق کے ساتھ کیجیے۔

اقتباس: ایک دن معمولی دربار تھا۔ استاد [ابراہیم ذوق] ابھی حاضر تھے۔ ارکا مرشد زادے تشریف لائے۔ وہ شاید کسی اور مرشد زادی یا بیگمات میں سے کسی بیگم صاحب کی طرف سے کچھ عرض لے کر آئے۔ انہوں نے آہستہ آہستہ بادشاہ سے کچھ کہنے اور رخصت ہوئے۔ حکیم احسن اللہ خاں بھی موجود تھے، انہوں نے عرض کی: صاحب عالم! اس قدر جلدی، یہ آنا کیا تھا اور تشریف لے جانا کیا تھا؟“ صاحب عالم کی زبان سے اس وقت نکلا کہ اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے۔

جواب۔ مصنف کا نام: مولانا محمد حسین آزاد سبق کا نام: شاعروں کے لطیفے

حل لغت: معمولی: عام سا۔ مرشد زادے: پیر کا بیٹا۔ عرض: درخواست۔ رخصت: چھٹی۔

بے توقف: بغیر رکے ہوئے۔ حیات: زندگی۔ قضا: موت

سیاق و سباق: آزاد اردو کے صاحب طرز نثر نگار ہیں۔ وہ اپنے اسلوب بیان کے موجد بھی ہیں اور خاتم بھی۔ ان کا تمثیلی اسلوب بیان انھیں اپنے عہد کے ادیبوں اور نثر نگاروں میں منفرد بناتا ہے۔ حقیقت آرائی اور مبالغہ آرائی ان کے اسلوب کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ان کا ایک بڑا کارنامہ، اردو میں جدید طرز شاعری ہے مولانا محمد حسین آزاد کو فی البدیہہ شعر کہنے میں ملکہ حاصل تھا۔ شاعر لوگ جب آپس میں مل بیٹھتے ہیں تو ان کی ادبی گفتگو مزاح کی چاشنی کے لئے ہوتی ہے۔ ذو معنی باتیں اپنے اندر گہرے مطالب رکھتی ہے۔ آپ حیات میں انہوں نے شعراء کی فنی زندگی میں پیش آنے والے مزاحیہ واقعات کو نہایت دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔ ان واقعات کو پڑھ کر بے ساختہ لبوں پر ہنسی آ جاتی ہے۔

تشریح: ایک دن بہادر شاہ ظفر کا دربار لگا ہوا تھا۔ یہ ایک معمولی قسم کا دربار تھا۔ یعنی امراء اور روساء کو کسی خاص مقصد کے لئے نہیں بلایا گیا تھا۔ استاد ابراہیم ذوق بھی اس دربار کی زینت بنے ہوئے تھے۔ اسی دوران ایک مرشد زادے وہاں تشریف لائے، گمان یہ تھا کہ وہ کسی بیگم کا کوئی پیغام بادشاہ کے گوش گزار کرنا چاہتے تھے۔ اس مرشد کے بیٹے نے بادشاہ تک رسائی حاصل کی۔ وہ آہستہ آہستہ بادشاہ سلامت سے کچھ کہتا رہا۔ اپنی بات پوری کرنے کے بعد اس نے بادشاہ سے اجازت چاہی۔ حکیم احسن اللہ خاں بھی یہیں بیٹھے تھے۔ مرشد زادے کو اتنی جلدی رخصت ہوتے دیکھ کر انہوں نے عرض کی، صاحب عالم یہ کیا ماجرا ہے؟ آپ آئے اور اتنی جلدی واپس بھی جا رہے ہیں۔ چونکہ وہ کسی کا پیغام بادشاہ تک پہنچانے آئے تھے، اور پیغام پہنچا کر وہ اپنے فرض سے فارغ ہو چکے تھے اس لئے بے اختیار ان کی زبان سے نکلا

اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے



اس کی بات سن کر بادشاہ نے ابراہیم ذوق کی طرف دیکھا اور کہنے لگا، ”استاد ذرا غور فرمائیں ایک سیدھی سادی بات میں صاحب عالم نے کیا صاف سحر مصرع کہہ دیا ہے۔ بادشاہ کی بات سن کر استاد بغیر زکے ہوئے بولے

لائی حیات آئے قہالے چلی چلے

لہنی خوشی سے آئے نہ لہنی خوشی چلے

استاد ابراہیم ذوق ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ انہوں نے فوراً مصرع ثانی کہہ کر شعر کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا اور بادشاہ سلامت سے خوب داد تحسین حاصل کی۔

۹۔ مندرجہ ذیل واحد الفاظ کے جمع اور جمع کے واحد لکھیے۔

جواب۔

واحد	جمع	واحد	جمع
کمال	کمالات	عنص	افخاص
شعر	اشعار	مشاعرہ	مشاعرات
جمع	واحد	جمع	واحد
ہیکمات	ہیکم	خدام	خادم

۱۰۔ کالم الف میں دیے گئے الفاظ کو کالم ب کے متعلقہ الفاظ سے ملائیں۔

جواب۔

کالم الف	کالم ب	کالم ج
آہ	تک	دلہ
پھپھونے	سودا	دل
ذرا	انشا	تک
مرزا	دلہ	سودا
جرات	دل	انشا

اپنی تعلیم اور عقل کو ضرور تکام میں لاتے ہیں لیکن اگر انسان عارضی ضرورتوں کا منتظر رہ کر دلی قویٰ کو بیکار کر دے تو وہ کامل، وحشی اور حیوان بن جاتا ہے۔ ہمارے ہم وطنوں کو قوت عقلی کام میں لانے کا موقع نہیں رہا تو اس کا سبب کاہلی ہے۔ ہمیں کاہلی دور کرنے کی فکر کرنی چاہیے کیونکہ اس کے بغیر قوم کی ترقی اور بہتری کی توقع عبث ہے۔

کامل افراد گھروالوں اور موثر سے کہہ سکتے ہیں۔ موثر سے مراد کامیاب افراد کی وجہ سے بے شمار مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ کامل افراد کی وجہ سے نوجوانوں کے اندر رنج و رنجش اور بڑھ چڑھ کر کام کرنے کا جذبہ کم ہو جاتا ہے۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اگر ایک انسان عقل کے آئینے اور خیرات برابر ہوں اور اسے حاصل کرنے کے لیے اسے ذرا محنت نہ کرنی پڑے اور وہ اپنے دلی قویٰ کو بے کار چھوڑ دے تو اس کے عام شوق و حشیانہ ہو جائیں گے۔ وہ مختلف بری عادات کا عادی ہو جائے گا یعنی وہ ایک وضع دار وحشی بن جائے گا۔

برصغیر میں ایسے بہت سے ایسے کام بہت کم ہیں جن میں قوائے دلی اور قوت عقلی کو کام میں لانے کا موقع ملے جب کہ دیگر ممالک میں اس کے مواقع بہت وسیع ہیں۔ ہمارے یہاں اس کا سبب کاہلی ہے۔ ہم نے اپنے دلی قویٰ کو بے کار چھوڑ دیا ہے حالانکہ کسی بھی شخص کے دل کو بے کار نہیں رہنا چاہیے۔ جب تک ہماری قوم کاہلی کو نہیں چھوڑے گی اس وقت تک بہتری کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

سر سید نے اس مضمون میں کاہلی جیسی عادات کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے انسان کاہلی میں پڑ کر اپنی صلاحیتوں کو ضائع کر دیتا ہے۔ کامل وہ نہیں جو سچے دل سے محنت نہیں کرتا بلکہ کامل وہ ہے جو دلی قویٰ کو بے کار چھوڑ دے۔

### مرکزی خیال:

کاہلی اختیار کرنے والے اور اپنے قوائے دلی اور قوائے عقلی کو کام میں نہ لانے والے ناکام اور نامراد رہتے ہیں۔ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے ذاتی یا قوم کی بہتری ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہیے۔ لوگ کاہلی کے معنی سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ کام کاج اور محنت سے جی چراتا کاہلی نہیں بلکہ دلی قویٰ کو چھوڑ دینا کاہلی ہے۔ پیٹ بھرنے کے لیے انسان کو بہ مجبوری محنت کرنا پڑتی ہے مگر جن لوگوں کو زندگی کی آسائشیں میسر آتی ہیں وہ محنت کی بجائے دلی قویٰ کو بیکار چھوڑ دیتے ہیں اور حیوان صفت ہو جاتے ہیں۔

### اہم اقتباس کی تشریح

اقتباس: انسان بھی، مثل اور حیوانوں کے ایک حیوان ہے اور جب کہ اس کے دلی قویٰ کی تحریک ست ہو جاتی ہے اور کام میں نہیں لائی جاتی، تو وہ اپنی حیوانی خصلت میں پڑ جاتا ہے۔ اور جسمانی باتوں میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور انسانی صفت کو کھو کر پورا

حیوان بن جاتا ہے۔ پس ہر ایک انسان پر لازم ہے کہ اپنے اندرونی قویٰ کو زندہ رکھنے کی کوشش میں رہے اور ان کو بیکار نہ چھوڑے۔

حوالہ متن: سبق کا نام: کالی

مصنف کا نام: سر سید احمد خان

حل لغت: مثل: کی طرح، حیوان: جانور۔ دلی قوی: دل کی طاقتیں۔ تحریک: حرکت۔ نصرت: رت۔ مشغول: مصروف۔ لغت: خوب۔

سیاق و سباق: سر سید احمد خان نے کالی کے معنی سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ مصنف کے خیال میں لوگ کالی کے معنی سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ کام کاج اور محنت سے جی چراتا کالی ہے، روزمرہ کے کام، محنت سے کام نہ، چلنے پھرنے میں سستی کرنا کالی ہے بلکہ وہ اس بارے میں نہیں سوچتے کہ دلی قویٰ کو بے کار چھوڑ دینا بہت بڑی کالی ہے۔ روح اور جسم کا رشتہ قائم رکھنے کے لیے انسان کو ہر ممکن محنت کرنا پڑتی ہے۔ کالی انسان کے اندر سے عزت نفس کو لمحہ بہ لمحہ کم کر دیتی ہے۔ انسان کا ضمیر بے حس اور مردہ ہو جاتا ہے۔ یہ خودی کے احساس کو آہستہ آہستہ ختم کر دیتی ہے۔ اور عزت نفس کو ختم کر دیتی ہے۔ ان حالات میں انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے اندرونی قویٰ کو زندہ رکھے۔

تشریح: انسان کو حیوان تا طلق کہا گیا ہے۔ دوسرے حیوانوں کی طرح وہ بھی ایک انسان ہے۔ جب معاشرے میں اس سے کام نہیں لیا جاتا تو اس کی حیوانی خصلت ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اور پھر انسان جسمانی باتوں میں مشغول ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ جب بھی انسان اپنی صفات کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ حیوان بن جاتا ہے۔ اس لئے انسان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی اندرونی طاقتوں کو زندہ رکھنے کی ہر اہم کوشش کرتا رہے، کیونکہ اگر ایسا نہیں کرے گا تو انسان اپنے اندر موجود کام کرنے کی تمام صلاحیتوں اور خوبیوں کو ضائع کر دے گا اور کالی اور سستی کا شکار ہو کر اپنے آپ کو بے کار اور ضائع کر دے گا۔ اور ایسے انسان سے بہتری کی توقع ہر گز نہیں کی جاسکتی۔

## حل مشقی سوالات

۱۔ مختصر جواب دیں۔

(الف) دلی قویٰ کو بے کار چھوڑ دینے کا کیا مطلب ہے؟

جواب۔ دلی قویٰ کو بے کار چھوڑ دینے کا مطلب ہے کہ محنت و مشقت نہ کی جائے اور نہ اس کا شوق ہو۔

# WANT TO **DOWNLOAD** **NOTES** OF ANY CLASS?

[Click Me to Download](#)  
(I'll Bring You There)



**Top Study World is one of the best notes  
providers in Pakistan for FREE!**